میرے پیارے ابو جی

(مولانا محمد اسحاق بھٹی)

سمیہ زیرک (بیٹی مولانا محمد اسحاق بھٹی)

مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب جن کو دنیا مؤرخ اسلام، مذہبی اسکالر، ذہبیٔ دوراں، تحریک آزادی کے عظیم سپاہی، محسن اہل حدیث، یادگار اسلاف، نامور ادیب، شہسوار قلم جیسے ناموں سے جانتی ہے، لیکن میں یہاں صرف ان کا تعارف ایک والد کی حیثیت سے کرانا چاہتی ہوں، وہ ایک عظیم والد ہونے کے ساتھ ایک شفیق، خوش گفتار، ملن سار انسان بھی ہیں۔ان سے جو بھی کوئی ایک بار مل لے تو وہ ان سے بار بار ملنے کی خواہش رکھتا ہے اور ہر انسان ان سے ملنے کے بعد یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا کہ بھٹی صاحب صرف ان سے ہی اتنی محبت کرتے ہیں۔کوئی امیر ہو یا غریب ان کا ہر ایک سے ملنے کا انداز ایک ہی ہے۔ان کے بڑے بڑے سیاست دانوں سے بہت اچھے تعلقات رہے، لیکن انھوں نے ان تعلقات کو کبھی کیش نہیں کرایا۔جو کوئی بھی ان سے ملنے آتا وہ گھر ہوں، دفتر یا باہر کسی جگہ پر، نہایت گرم جوشی سے ملتے اور ان کی ہر ممکن کوشش ہوتی کہ وہ کھانا کھائے بغیر نہ جائے، اور وہ اس کوشش میں سو فیصد کامیاب بھی رہے۔

میرے ابو جی مجھے بچپن سے انبیائے کرام اور صحابہ کرام کے قصے، کہانیاں اور واقعات سنایا کرتے۔ان واقعات سے ہی مجھے سمجھانے کی کوشش کرتے کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط۔یعنی اگر میں کوئی غلط کام یا بات کرتی تو ڈانٹتے نہیں تھے، بلکہ یہ ان کے سمجھانے کا طریقہ تھا تاکہ اب میں یہ غلط کام نہ کروں۔

سکول کالج کی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد میری شادی بہاول نگر ہوئی۔ میرے شوہر کا نام بھی محمد اسحاق بھٹی ہے، اور وہ میرے ساتھ میرے والدین کی محبت کو بہت ہی اچھی طرح جانتے تھے۔

میرے بچوں کے نام بھی میرے ابو جی نے رکھے، بیٹوں کے نام محمد نعمان اسحاق، محمد عویمر اسحاق، محمد ذکوان اسحاق اور محمد نوفل اسحاق اور بیٹیوں کا نام بریرہ اسحاق، قانتہ اسحاق رکھا۔

میرے میاں ابو جی کو والد کا درجہ دیتے ہیں اور یہ بات برملا کہتے اور بار بار کہتے ہیں، جو پیار مجھے چاچا جی (ابو جی) اور پھوپھو جی (امی جی) نے دیا ہے۔ وہ پیار مجھے میرے والدین نے بھی نہیں دیا۔ میں جب یہ بات اسحاق صاحب کے منہ سے بار بار سنتی ہوں تو میری خوشی کی انتہا نہیں رہتی اور میرے دل میں بھی میرے شوہر کا احترام بڑھ جاتا ہے۔ شاید میں یہ بات کسی دوسرے کے والدین کے بارے میں کبھی نہیں کہہ سکتی۔

ہم جب بھی لاہور آتے خواہ چند دن کے بعد یا کچھ عرصے کے بعد، ابو جی ہمیشہ کھڑے ہو کر بہت پرتپاک طریقے سے ملتے۔ وہ ہمیشہ اپنے دینی اور علمی کاموں میں رہتے۔ لیکن ہمارے آنے پر اپنا کام چھوڑ کر ہمارے پاس بیٹھتے، پھر دن بھی گزر جاتا اور رات بھی، مگر وقت کا اندازہ ہی نہ ہوتا۔ ان کا انداز گفتگو ہی ایسا ہے کہ ابو جی بولتے ہیں تو جی چاہتا ہے وہ بولتے جائیں اور ہم سنتے جائیں۔

افسوس تو یہ ہے کہ اب نہ مجھے کوئی فون کرے گا ار نہ ہی میں انتظار، اب میرے لیے، میرے بچوں کے لیے کون دعا کرے گا؟ ابو جی کے ہر سانس سے میرے لیے دعائیں نکلتی تھیں۔ میں ان سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محروم ہو گئی ہوں۔ میں شاید اپنے الفاظ میں ان کے لیے تھے کا لفظ استعمال نہیں کر سکتی اس لیے میں ہر جگہ پر ان کے لیے ہے کا لفظ استعمال کیا ہے۔

کچھ حقیقتیں ایسی ہوتی ہیں جو دماغ تو تسلیم کرتا ہے لیکن دل نہیں۔ شاید یہ بھی ایک ایسی ہی حقیقت ہے، جس سے انکار نہیں۔

آپ سے گزارش ہے کہ میرے ماں باپ کے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے اور ان کی آخری آرام گاہ کو جنت کا باغ بنا دے اور مجھے جنت میں اپنے پیارے ماں باپ کا ساتھ نصیب ہو۔ آمین ثم آمین